مولانا عبدالقیوم حقانی

شیخ الحدیث
مولانا عبدالحلیم صاحب زرویؒ

ایک جامع الصفات والکمالات شخصیت

دارالعلوم دیوبند کے بعد جنوبی ایشیا کی سب سے بڑی اسلامی یونیورسٹی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے اساتذہ وطلبہ اور اس سے تعلق رکھنے والے فضلاء، اکابر علماء اور حقانی برادری دارالعلوم کے یوم تاسیس سے ایک ایسا نور ایمان سے معمور چہرہ جسے دیکھ کر علماء سلف کی یاد تازہ ہو جاتی تھی کے دیکھنے کے عادی ہو گئے تھے جس کی ہر ادا سے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو ٹپکتی، علم ومعرفت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جھلکتی نظر آتی تھی۔

میانہ قد، اعضا متناسب، انار کی طرح سرخ اور گلاب کی طرح شاداب چہرہ، آنکھوں میں سرخی اور نشب، بیداری کے آثار، نگاہیں جھکی ہوئی، چال متین اور باوقار، دارالاقامہ سے مسجد، مسجد سے گھر اور گھر سے دا ال شہ تک آنے والی ایک معصوم صورت اور بزرگ سیرت ہستی جس کو بارہا دیکھا اور سنا جا رہا تھا۔ مگر پھر بھی طب ہر نہ ہوتی ہے

سو بار اس کو دیکھا پھر بھی یہ کہا میں نے میں نے ابھی تک جلوۂ جاناں نہیں دیکھا

یہ تھے استاذی واستاذ العلماء شیخ الحدیث مولانا عبدالحلیم صاحب زرویؒ صدر المدرسین دارالعلوم حقانیہ، کچھ عادت اللہ ہی ایسی چلی آرہی ہے کہ جن لوگوں نے مستقبل میں بڑا بننا ہوتا ہے۔ دین و شریعت اور ملت کی خدمات میں بڑا مقام حاصل کرنا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ابتداء ہی سے ان کو فطری صلاحیتوں، بلند استعداد، کمالات اور نیکی کے غالب رجحانات دے کر پیدا فرماتے ہیں۔ حضرت صدر صاحب مرحوم کو بھی اللہ تعالیٰ نے علم سے خاندانی مناسبت، خداداد حافظہ وذہانت، سخت محنت ومشقت، شوق مطالعہ، ذوق علم اور سب سے بڑھ کر توفیق خداوندی نے انہیں اسلامی علوم اور اسلامی کتب خانہ بے عیب اور زبردست علمی تبحر عطا فرمایا تھا۔

آپ کے اساتذہ، اکابر علماء اور معاصرین جو سن میں آپ سے بڑے اور اپنے زمانے کے مسلم الثبوت استاد اور امام فن تھے۔ سب آپ کے تبحر وجامعیت کے معترف اور علمی کمالات کے قائل تھے۔ انکی ذات عجیب جامع صفات تھی، علمی گہرائیوں، تدریسی مشاغل، وسعت مطالعہ کے ساتھ ساتھ فیاضی، سیر چشمی،

اخلاقی بلندی اور خلق و مروت میں اپنی نظیر آپ تھے۔ مہمان نوازی، ظرف کی وسعت، اور مہمانوں کی خاطر و تواضع میں دوست دشمن اور مخالف، موافق کی تفریق سے ناآشنا تھے، فقیری میں شاہی شان رکھتے تھے، اخلاق کے معلم اور روحانیت کے پیکر تھے۔ آپ کا کمرہ فقر و درویشی کے باوجود علم و فضل کا دلکش منظر پیش کرتا تھا، دنیا کی رنگینیوں سے نفرت تھی، نہ صوفے نہ گدے نہ قالین، بس زمین کا کھردرا فرش یا دارالعلوم کی ٹوٹی پھوٹی چارپائی آپ کی خوابگاہ تھی، بے تاج کے تاجدار تھے۔ خلوتوں اور تنہائیوں سے ناآشنا تھے۔ ان کی خلوت بھی جلوت تھی۔ زندگی کا ہر گوشہ آئینہ کی طرح صاف شفاف اور روشن تھا۔ عشق و محبت کی شوریدگی زندگی کے ایک ایک پہلو میں نمایاں تھی۔

حضرت صدر صاحب مرحوم کیا تھے بس اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ اُن کی ذات شریعت کا دارالافتاء، طریقت کی خانقاہ اور علم و ادب کا پلیٹ فارم تھا۔ فارسی، اردو، عربی اور پشتو کے ادیب، ظریف اور اچھے انشاء پرداز تھے۔ آج ان کی تصویر، ذاتی خوبیوں کی تصویر، اُبھر اُبھر کر سامنے آرہی ہے۔ ان کی کون کونسی خوبیاں گنی جائیں۔ ذاتی خوبیوں کو گنوانے پہ آیئے تو بڑے مہمان نواز، بڑے فیاض، بڑے ملنسار، بڑے ذی مروت جود و کرم کے پتلے اور ہر شخص کے کام آنے والے تھے۔

دارالعلوم حقانیہ میں استاذی و استاذ العلماء محدث کبیر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ کے بعد دوسری اہم علمی اور محبوب شخصیت صدر صاحب مرحوم ہی کی تھی جسکی وجہ سے دارالعلوم جید الاستعداد اور عالی ہمت طلبہ کا مرکز بنا رہا، یہ ان ہی کی محنت و مشقت اور حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب کیساتھ زبردست معاونت و نصرت، مخلصانہ رفاقت کا نتیجہ ہے کہ آج گلشن علوم نبوت دارالعلوم حقانیہ کی آبیاری میں انہی کی شب بیداریاں، روحانی و علمی کاوشیں، سینکڑوں طالبان علوم نبوت کی تمناؤں کا مرغزار ان کے آرزوؤں کا گلزار اور ان کی خواہشوں کا سبزہ زار بنا ہوا ہے۔ یہ دارالعلوم ان ہی کا مکتب ہے اور ان ہی کا علمی دبستان ہے جو طلبۂ دینیہ کے جذبات کا خمکدہ ہے۔ ان کے احساسات کا گلکدہ ہے۔ اور ان کے پاکیزہ تخیلات کا عشرت کدہ ہے اور عجیب یہ کہ انہوں نے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق دامت برکاتہم کیساتھ ہر مشکل اور صعب ترین مرحلہ میں ہر قسم کی رنگا رنگیوں کے باوجود اس گلشن حقانی کو سرسبز و شاداب رکھا زادھا اللہ شرفاً و کرماً اساتذہ اور طلبہ آپ کے خلوص و علم دوستی تواضع، حسن اخلاق اور قدرشناسی کے قائل اور بڑے معترف تھے۔ آپ کے پاس نہ جوش خطابت تھا نہ الفاظ کی طلسم بندی، اور نہ دقیق منطقی دلائل سے کام لیتے نہ مروجہ خطابت کا حربہ چلانا جانتے تھے بس اپنی صداقت اور اخلاص کے ساتھ جب بھی حاضرین و سامعین بالخصوص دوران درس طلبۂ علوم دینیہ کی طرف التفات فرماتے تو معلوم ہوتا کہ شفقت و محبت کے دریا کا

بند ٹوٹ گیا ہے، اور چشمہ ہے کہ ابلا پڑتا ہے۔ اساتذہ و طلباء اور مخلصین و محبین گرویدہ اور فریفتہ۔ اور واقعہ بھی یہ ہے کہ جب نگاہوں کی زبان کھل جاتی ہے تو منہ کی زبان کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔

درس اور مسندِ حدیث پر جلوہ افروزی کا منظر کیا بیان کیا جائے بس ان کے مسندِ حدیث پر جلوہ افروز ہونے اور علوم نبوت کی تدریس کے دوران حقیقت اپنی پوری شانِ تاثیر کے ساتھ بے نقاب ہو کر سامنے آجاتی تھی۔ حاضرین و سامعین بالخصوص طالبانِ علومِ نبوت، دارالحدیث میں صدر صاحب مرحوم کی صورت میں ایک درخشاں چہرے، ایک نورانی تبسم، ایک دلآویز اور شیریں گفتگو اور ایک پُر اسرار انداز کی نگاہ کی دلآویزی سے لطف اندوز ہوا کرتے تھے۔

اور حقیقت بھی یہ ہے کہ آسمان کے سورج کی طرح محبت کا بھی ایک سورج ہوتا ہے۔ یہ جب چمکتا ہے۔ تو روح اور دل کی ساری تاریکیاں دور ہو جاتی ہیں۔

مسندِ حدیث ہو، دارالحدیث ہو، درسگاہ ہو، نجی محفل ہو، سفر ہو یا حضر، آپ کی دلنواز اور شیریں آواز ایسی آواز جو سراسر شفقت، اور ہمدردیوں میں ڈوبی ہوئی آواز تھی۔ ایسی آواز جس سے ہمت، افزائیاں اور سرفرازیاں حاصل ہوتیں جس سے مایوسیوں میں ڈھارس بندھتی، گفتگو ایسی شیریں اور اندازِ تخاطب ایسا مشفقانہ تھا کہ دنیا کی ساری راحتیں اور سکون گویا ان ہی کی نظرِ عنایت میں سما کر رہ گیا تھا۔

احقر کا ذاتی تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ جب کبھی بھی صدر صاحب مرحوم کا کسی سے تعلق پیدا ہوا اس کو ہر موڑ پر سخت اور مشکل حالات میں بھی حد درجہ وفاداری سے نبھایا۔ یہی آپ کا جذبۂ وفاداری اور اندرونِ دل عشق و محبت کی چنگاری تھی کہ حضرت مولانا عبدالمالک نقشبندی کی دارالعلوم حقانیہ میں تشریف آوری کے موقعہ پر آپ کی عظیم صلاحیتوں پر نظر پڑی تو یک قلم آپ کی باطنی استعداد کو دیکھ کر آپ کو اجازتِ بیعت بھی مرحمت فرمائی اور خلافت سے سرفراز فرمایا۔

تدریس پوری یکسوئی اور انہماک کے ساتھ پڑھاتے، پوری مستعدی، تن دہی اور دلسوزی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتے، بڑے بڑے حوادث، انقلابات، اساتذہ کا عزل و نصب، اسٹرائیکس، مالی بحران اقتصادی مشکلات آپ کے پائے استقامت میں لغزش یا آئینِ وفا میں کوئی تغیر پیدا نہ کر سکے۔ تدریس کے دوران اپنے مختصر مگر جامع انداز کے مخصوص لب و لہجہ میں بحث و تحقیق میں ڈوب جاتے۔ طرزِ تدریس محدثانہ تھا آپ کی درسی گفتگو اور معرکۃ الآراء مباحث پر تقاریر سے سننے والے تو اندازہ لگا چکے، مگر اب پڑھنے والے بھی آپ کے سینکڑوں صفحات میں پھیلی ہوئی درسی تقاریر، بالخصوص امالیٔ صحیح مسلم شریف (جس پر رفیق محترم حضرت مولانا محمد ابراہیم فانی صاحب کام کر رہے ہیں) کا مطالعہ کر لیں، یقین جانئے آپ کے ہر ارشاد سے علم کی گہرائی،

تحقیقات کی ندرت ، مشکلات کی عقدہ کشائی ، ذاتی تجربات ، اذواقِ صحیحہ ، مجتہدانہ علم و نظر ، کتاب و سنت کا صحیح و عمیق فہم ، مقامِ نبوت کی حرمت و عظمت جھلکتی نظر آتی ہے ۔ اکابر علماء اور اساتذہ سے یہی سنا کہ عظیم محدث حضرت العلامہ مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کا طرز بھی یہی تھا۔

دورانِ درس طلبہ میں ذوقِ مطالعہ اور تحقیقِ مسائل کا جذبہ پیدا کرنا چاہتے تھے اس لئے تدریس کے دوران زیادہ تر ان ہی کتابوں کا حوالہ دیتے جن کا پایہ مسلم ہے ۔

صدر صاحب مرحوم کے درس کی ایک برکت اور نقد ثمرہ یہ تھا کہ فنِ حدیث سے مناسبت اور اس کی بنیادی کتابوں سے زیادہ واقفیت پیدا ہو جاتی تھی۔ ان کے طبقات و درجات سے پوری آگاہی حاصل ہو جاتی نیز طالبانِ علومِ نبوت کو اسماء الرجال اور اصولِ حدیث کی اہم کتابوں کا تعارف حاصل ہو جاتا ۔ کتابوں کے تعارف میں آپ کے جملے مختصر مگر دسیوں عنوانات کے جامع ہوتے تھے ۔ یہی کیفیت آپ کے تدریسی تقاریر کی ہے ۔ آج بھی صحیح مسلم کی امالی پڑھتے چلے جائیے اور اندازہ لگاتے چلے جائیے ، قوتِ استدلال غضب کی ، بیان کی دلآویزی ، زبان کی شگفتگی ، دلائل کی قوت ، بحث کے اطراف و جوانب کی جامعیت سب مل ملا کر ایک عجیب سماں پیدا کر دیتے ہیں ۔

آپ اساتذۂ قدیم کی مکمل یادگار تھے ۔ سب کشتیاں جلا کر علم کے آستانہ پر آکر پڑ گئے تھے ۔ احقر کو جب حکیم آل سے دارالعلوم حقانیہ میں تدریس ، تصنیف و تالیف اور مؤتمر المصنفین کی رفاقت میں کام کرنے کی غرض سے بلایا گیا تو یہاں آنے پر پہلے ہی سال میرے مشورہ کے بغیر میرے نام تدریس کے لئے دیوان متنبی لکھ دی گئی اور نقشہ اسباقِ کتب لٹکا دیا گیا ۔ احقر گھبرایا گھبرایا حضرت صدر صاحب مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوا تو ارشاد فرمایا : کتاب نہ بدلواؤ ، خوب محنت اور مطالعہ کر کے پڑھاؤ ۔ یہاں جس نے بھی کتاب بدلوائی اس کا طلبہ نے بوریا بستر بندھوایا ۔ پھر ارشاد فرمایا کہ میرے ساتھ بھی ایسا ہوا تھا ۔ مجھے جب تدریس کے لئے بلایا گیا تو مجھے بھی متنبی دی گئی ، حاسدین و مخالفین نے طرح طرح کے حربے استعمال کئے ۔ مگر الحمد للہ کہ میرا ذوق ادبی اور مطالعاتی تھا طبیعت میں تجسس اور طلب ہے ، خوب مطالعہ کیا ، محنت کی ، اور متنبی ایسی پڑھائی کہ مخالفین بھی داد دئے بغیر نہ رہ سکے فرمایا : آپ بھی ہمت کریں ، ہم دعا کریں گے ۔

حضرت صدر صاحب مرحوم کے مشورہ سے احقر نے دیوان متنبی کے بدلوانے کا ارادہ ترک کر دیا اور حضرت کی خصوصی توجہ اور دعا سے پڑھانا شروع کر دیا ۔ حضرتؒ نے مطالعہ اور بحث و تحقیق کے جو اصول بتا دئے تھے ۔ اس کے پیشِ نظر ابتداء میں ایک ایک شعر پر تین تین روز تک بحث و تحقیق جاری رہتی تھی ۔ حضرت صدر صاحب مرحوم کی دعا خصوصی توجہ مشورہ اور طریقِ مطالعہ و تحقیق کی نشاندہی کی برکت تھی کہ اس سال احقر کی متنبی دارالعلوم

حقانیہ میں مقبول ہوئی۔

مجھے اپنی لیاقت تو معلوم تھی ہی مگر طلبہ کی مثنی میں حاضری اور ذوقِ سماع دیکھا تو برخود غلط ہونے کی بجائے یقین تھا کہ سب کچھ حضرت صدر صاحب مرحوم کی دعا کی برکت، طریق تحقیق و مطالعہ کا ثمرہ اور ان ہی لی کرامت تھی وگرنہ ع

بہائے خویش می دانم بہ نیم جو نہ می ارزد

صدر صاحب مرحوم کی سب سے اہم ترین اور نمایاں صفت ان کی سادگی اور طلبہ کے ساتھ شفقت و مساوات کا تعلق تھا جس کی مثال شاذ و نادر ہی آج کے اساتذہ میں کہیں نظر آتی ہے وہ اپنی اولاد ور طلبہ میں کوئی فرق اور امتیاز روا نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ یہ بھی دیکھا گیا اور بارہا دیکھا گیا کہ لائق اور محنتی طلبہ کو بعض حالات میں اولاد پر بھی ترجیح دیتے تھے۔ طلبہ کے کاموں اور ان کی ضرورت میں بے تکلف شریک ہو جایا کرتے یاضی، فراخدلی، طبعی، فطری اور موروثی تھی دوسروں پر بالخصوص طلبہ پر خرچ کر کے بڑے خوش ہوتے تھے۔ سفر و حضر میں، سادگی، بے تکلفی عدم امتیاز اور مساوات کی عادت گویا ان کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی اور الحمدللہ ۔ صدر صاحب مرحوم کی زندگی کے آخری سفر میں مجھے اور رفیق محترم مولانا قاری عمر علی صاحب کو معیت و رفاقت ور خدمت کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔

جب کراچی سے مرحوم کے برخوردار مخدوم زادہ محمد اسمٰعیل نے بذریعہ فون حضرت شیخ الحدیث مولانا بدالحق صاحب دامت برکاتہم کو صدر صاحب کی کراچی سے بذریعہ ہوائی جہاز واپسی کی اطلاع دی اور یہ بتایا کہ رحوم پنڈی میں اتریں گے۔ تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے فرمایا صبح سویرے پنڈی پہنچنا ہے کہ صدر صاحب آسانی سے ہوائی جہاز کے اڈہ سے ان کے گھر زروبی پہنچایا جاسکے، چنانچہ ہم دونوں راتوں رات روانہ ہوتے صبح جہاز کی آمد کے وقت اڈہ پر پہنچ گئے جب آپ تشریف لائے تو آپ کو موٹر میں سوار کر کے زروبی کو روانہ ہوئے، راستہ میں صدر صاحب مرحوم کا سر مبارک احقر کی گود میں رہا۔ بیماری اور ضعف و نقاہت کے باوجود ام راستے شفقت، محبت اور بے تکلف مربیانہ نصائح سے نوازتے رہے۔ بعض اہم تجربات، نصائح اور ہدایات سے نوازا۔ اور الحمدللہ کہ مشکل ترین حالات میں جب آپ کے بتاتے ہوئے نشانِ راہ پر چلا تو بادل ۔ٹ گئے، تاریکیاں کافور ہوئیں اور اطمینان و سکون کی روشنیاں حاصل ہوئیں۔

آج مرحوم اس دنیا میں نہیں ہیں، مگر ان کی تعلیمات، سیرت و اخلاق، نصائح و ہدایات، درس و ... سینکڑوں تلامذہ اور علمی، قومی اور ملی خدمات سے ان کا نام قیامت تک زندہ رہے گا۔